© rasailojaraid.com

خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ کی تفسیر سورۃ البقرۃ بعنوان

الخلافۃ الکبریٰ

کے مقدّمہ کی تقدیم

ازقلم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمہ اللہ کا نام میں نے پہلی بار حاجی عبدالواحدؒ کی زبانی سنا تھا' لہٰذا پیش نظر کتابچے کی تقدیم کے ضمن میں اولاً حاجی صاحب موصوف کا تعارف ضروری ہے اور اس کے لیے بجائے اس وقت کچھ لکھنے کے' ذیل میں وہی تحریر جوں کی توں درج کی جا رہی ہے' جو ۱۹۷۸ء میں خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ کی تفسیر سورۃ البقرۃ موسوم بہ ''الخلافۃ الکبریٰ'' کا مقدمہ ''میثاق'' میں شائع کرتے ہوئے سپردِ قلم ہوئی تھی — وھو ھذا:

''حاجی عبدالواحد مدظلہٗ دینی حلقوں کی ایک معروف اور جانی پہچانی شخصیت ہیں اور راقم الحروف انہیں اپنا خیر خواہ اور معاون ہی نہیں سرپرست اور بزرگ سمجھتا ہے۔

دوسری طرف حاجی صاحب کا جو معاملہ راقم کے ساتھ ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۷۲ء میں راقم کے دو تین درسوں ہی میں شرکت کے بعد حاجی صاحب نے اولاً تو یہ فرمایا: ''کاش کہ میں اُس وقت تک زندہ رہوں اور آپ کے کچھ کام آ سکوں جب مولوی آپ پر جھپٹیں گے!'' اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد ایک دن اچانک راقم کا ہاتھ کھینچ کر اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے فرمایا: ''احیائے دین کی جِدّوجُہد کے لیے میں آپ کے ہاتھ پر سمع و طاعت اور جہاد و ہجرت کی بیعت کرتا ہوں!'' جس پر راقم سراسیمہ سا ہو کر رہ گیا۔ لیکن اس دن سے آج تک حاجی صاحب اپنے اس عہد کو کمالِ وفاداری کے ساتھ نبھا رہے ہیں' جس سے کم از کم ان کے معاملے میں راقم کو شدید شرمندگی کا احساس ہوتا ہے!

۱۹۳۲ء میں انگریزی ادب میں ایم اے کرنے والے اور محکمہ تعلیم میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز اس باہمت شخص نے عین جوانی میں' جبکہ دُنیوی ترقی کا ایک وسیع و عریض میدان ان کے سامنے تھا' اپنی تمام تر صلاحیتوں اور توانائیوں کو صرف احیائے اسلام کی جِدّوجُہد کے لیے وقف کر دینے کے عزمِ مصمّم کے ساتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر مجاہدانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ بالکل نوجوانی میں خلافت اور ہجرت کی تحریکوں میں حصہ لینے کے بعد سے برعظیم پاک و ہند میں اٹھنے والی ہر احیائی تحریک کا انہوں نے قریب سے مطالعہ کیا اور بعض کے ساتھ طویل عرصے تک سرگرمی کے ساتھ کام بھی کیا۔ چنانچہ وہ ایک طرف مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے ساتھ مسلسل ایک برس مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے تو دوسری طرف شیخ طریقت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضری کی خاطر ایک خاصا طویل عرصہ خانقاہ رائے پور میں مقیم رہے۔ اسی طرح ایک جانب مولانا مودودی کے ساتھ ان کا ذہنی سفر ''ترجمان القرآن'' کی ادارت کے آغاز سے تشکیل جماعت اسلامی تک جاری رہا (جس میں وہ بوجوہ شامل نہ ہوئے) تو دوسری جانب وہ مولانا محمد الیاسؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور ایک طویل عرصے تک نہایت سرگرمی اور جوش و خروش کے ساتھ تبلیغی جماعت میں کام کرتے رہے۔ اسی طرح ادھر لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے انہیں انتہائی قرب حاصل رہا تو ادھر مولانا محمد منظور نعمانی مدیر ''الفرقان'' لکھنؤ سے بھی ان کے دوستانہ مراسم قائم رہے —— اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ساتھ تو شاگردی اور استادی کا دوطرفہ تعلق رہا۔ یعنی یہ کہ جب وہ ایک سال کے لیے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مقیم رہے تو انہوں نے مولانا علی میاں سے عربی سیکھی اور مولانا علی میاں نے ان سے انگریزی پڑھی' اور تا حال مولانا علی میاں کو جو تعلق خاطر ان سے ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حال ہی میں جب پاکستان تشریف آوری کا موقع ہوا تو انہوں نے حاجی صاحب کو خط میں بھی یہ لکھا کہ ''میں پاکستان صرف آپ سے ملاقات کے لیے آنا چاہتا ہوں!'' اور پھر اپنی بے انتہا مصروفیات کے علی الرغم انہوں نے واقعتاً حاجی صاحب کے مکان پر حاضری دی —— بلکہ چونکہ اپنی شدید مصروفیات کے باعث اس ''حاضری'' میں قدرے تاخیر ہو گئی تھی' لہٰذا اس پر وہاں ایک سعادت مند خورد کی حیثیت سے حاجی صاحب کی ''بزرگانہ ڈانٹ'' بھی پورے صبر و سکون کے ساتھ سنی۔

یہ ساری تفصیل تمہید ہے اس بات کی کہ حاجی صاحب راقم کے ساتھ گفتگو میں اکثر خواجہ عبدالحئیؒ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور اس کا برملا اعتراف کیا کرتے تھے کہ ان کی زندگی کے رخ کو موڑنے والے اصل میں وہ درسِ قرآن تھے جو خواجہ صاحب اسلامیہ کالج لاہور کے قریب برانڈرتھ روڈ کے کسی چوبارے میں دیا کرتے تھے اور جن میں حاجی صاحب نے اپنے زمانہ طالب علمی میں شرکت کی تھی —— ایک دوبار حاجی صاحب کی زبان سے یہ الفاظ بھی نکلے کہ ''خواجہ صاحب اس وقت کے ڈاکٹر اسرار احمد تھے اور ڈاکٹر اسرار آج کے خواجہ عبدالحئی فاروقی ہیں!'' راقم خواجہ صاحب سے بالکل واقف نہ تھا' لیکن حاجی صاحب کے اس ذکر سے ان کی ذات سے ایک ذہنی تعلق اور قلبی انس قائم ہو گیا۔

اسی دوران میں ایک روز اچانک ملک ظفر اللہ خان صاحب (خلف الرشید ملک نصر اللہ خان عزیز مرحوم جو اولاً مولانا ابوالکلام آزاد کی ''حزب اللہ'' اور پھر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اسلامی میں فعال طور پر شریک رہے تھے) ایک بوسیدہ سی کتاب لیے ہوئے آئے اور انہوں نے فرمایا: ''ابا جان کے سامان میں سے بہت سی بوسیدہ و کرم خوردہ کتابوں کے ڈھیر میں سے یہ کتاب بھی ملی ہے' شاید آپ کو اس سے دلچسپی ہو!'' اب جو راقم نے دیکھا تو وہ ''الخلافۃ الکبریٰ'' تھی ''یعنی سورۃ البقرۃ کی انقلابی رنگ میں تحریر شدہ تفسیر از قلم خواجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالحئ فاروقی'' اوراس کا صرف ''مقدمہ'' ہی پوری طرح ثابت وسالم تھا۔ بہر حال اس کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ حاجی صاحب کا فرمانا بالکل ٹھیک ہے اور یہ خالص وہی فکر ہے جسے خود راقم اپنی حقیر صلاحیت اور محدود استعداد کے مطابق پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے! چنانچہ راقم نے اسی وقت طے کر لیا تھا کہ کم از کم اس کے مقدمے کو ضرور شائع کیا جائے گا —— اور آج بحمد اللہ راقم کی وہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔

اس تبرکِ علمی و دینی کے تعارف کا ایک دوسرا رخ بھی ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس کا تعلق علم و تفسیر قرآن کے اس ''انقلابی'' مزاج کے حامل سلسلے سے ہے جو اس صدی کے اوائل میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات سے شروع ہوا تھا' جس کے خلیفۂ اول کی حیثیت حاصل تھی مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو جو اواخر عمر میں کچھ زیادہ ہی 'انقلابی' ہو گئے تھے اور خلیفۂ ثانی کا درجہ حاصل تھا مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو جو عمر کے آخری دور میں اغلباً اعوان و انصار کی کمی اور حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر انقلابیت سے کسی قدر رجعت فرما کر روحانیت اور بیعت ارشاد ہی میں منہمک ہو گئے تھے اور تیسری اہم شخصیت تھی خواجہ عبدالحئ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی جو اغلباً از اول تا آخر معتدل مزاج کے حامل رہے اور ان کے انقلابی فکر قرآنی نے نہ تو کوئی بڑی زقند لگائی اور نہ کسی درجے میں رجعت ہی اختیار کی!

راقم نے آج سے ٹھیک دو سال قبل ''میثاق'' بابت دسمبر ۱۹۷۶ء میں ایک طویل مضمون میں تفسیر قرآن کی ان مختلف شاخوں کا جائزہ لیا تھا جو برعظیم پاک و ہند میں انیسویں صدی عیسوی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں پھلی پھولیں۔ (یہ تحریر اب راقم کی تالیف ''دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر'' میں شامل ہے!) ان میں قادیانی و لاہوری سلسلے سے قطع نظر جو 'ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا'' کا مصداقِ کامل بن گیا' ایک انتہا پر تو متجدّدین کا سلسلہ تھا جس کے بانی مبانی تھے سرسید مرحوم' اور ان کے اہم خلفاء میں شامل ہیں علامہ عنایت اللہ خان مشرقی اور چوہدری غلام احمد پرویز' اور دوسری انتہا پر تھے ''الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ'' جن کے سید الطائفہ تھے حضرت شیخ الہندؒ۔ اور ان کے مابین تھیں تین درمیانی رنگ کی حامل شاخیں جو —— مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا حمید الدین فراہی اور علامہ اقبال سے شروع ہوئیں اور جن کے خلفاء عظام ہیں علی الترتیب مولانا مودودی' مولانا اصلاحی اور ڈاکٹر رفیع الدین۔ علماءِ راسخین کے حلقے کی دوسری اہم شخصیت ہیں مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ جن کے بارے میں راقم لکھ چکا ہے کہ ان کی تفسیر بیان القرآن سے تین تفسیریں مزید نکلی ہیں' ایک مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کی' دوسری مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی اور تیسری مفتی محمد شفیعؒ کی۔ البتہ خاص حضرت شیخ الہندؒ کی ذاتِ بابرکات سے تفسیر قرآن کے جو دو چشمے پھوٹے ان میں سے متذکرہ بالا تحریر میں صرف ایک کا ذکر ہوا تھا یعنی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے حد درجہ سلیس لیکن انتہائی عمیق حواشی کا۔ لیکن دوسرے اہم سلسلے کا ذکر رہ گیا تھا جس کے اہم افراد ہیں مولانا عبیداللہ سندھی' مولانا احمد علی لاہوری اور خواجہ عبدالحئ فاروقی رحمہم اللہ۔

راقم ایک دوسرے موقع پر ''میثاق'' ہی میں اپنی اس رائے کا اظہار بھی کر چکا ہے کہ چودھویں صدی عیسوی کے اصل مجدد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ہیں۔ (یہ تحریر اب راقم کی تالیف: ''جماعت شیخ الہندؒ اور تنظیم اسلامی'' میں شامل ہے)۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو جامعیتِ کبریٰ ان کی ذات میں نظر آتی ہے وہ اس صدی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعاظم رجال میں سے اور کسی میں نظر نہیں آتی۔ تعلیمی و تصنیفی کام بھی اپنی جگہ حد درجہ اہمیت کا حامل ہے اور تزکیۂ نفوس اور مجاہدہ مع النفس کی عظمت سے بھی ہرگز انکار ممکن نہیں' لیکن صدی کے مجدّد کا جامہ اسی پر راست آتا ہے جو ان دونوں میدانوں میں بھی مسلّمہ حیثیت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدہ مع الکفار کے میدان میں بھی سرگرم نظر آئے اور قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلے اور دار و رسن کو بھی رونق بخشے۔ اور اس صدی میں ان تینوں پہلوؤں کو اپنی ذات میں بتمام و کمال جمع کرنے والی شخصیت صرف حضرت شیخ الہندؒ کی ہے۔ چنانچہ ان کی ذات سے فکر قرآنی کی ایک انقلابی مزاج کی حامل شاخ بھی پھوٹی جس کے گلِ سرسبد ہیں یہ تینوں حضرات جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

الغرض —— علم و تفسیرِ قرآن اور دعوت رجوع الی القرآن یا تحریک تعلیم و تعلّمِ قرآن کے اس جائزے یا تجزیے میں جو راقم الحروف نے دسمبر ۱۹۷۶ء کے ''میثاق'' میں سپردِ قلم کیا تھا ایک کمی رہ گئی تھی جس کی تلافی ان سطور کی تحریر اور ''الخلافۃ الکبریٰ'' کے مقدمے کی اشاعت سے مطلوب ہے!

(میثاق لاہور بابت نومبر دسمبر ۱۹۷۸ء)

❁❁❁

مقدّمة

الخِلافةُ الکُبریٰ

تالیف: خواجہ عبدالحی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

تفاسیر پر ایک نظر

وسعتِ بیان

تفاسیر کا جس قدر ذخیرہ' اس وقت ہمارے پیش نظر ہے' اس کے دیکھنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ فرزندانِ اسلام نے اپنے تہذیب و شائستگی' اور تمدن و حضارۃ کے مبارک عہد میں' قرآن حکیم کے حقائق و معارف' اور بصائر و حکم پر زور دینے اور دنیا کو اس کا حلقہ بگوش بنانے کے لیے کس قدر انتہائی سعی و کوشش سے کام لیا ہو گا' اور اس کی تعلیماتِ صالحہ کی نشر و اشاعت میں کس درجہ ایثار و فدویت کا اظہار کیا ہو گا۔ ان جلیل القدر بزرگوں نے اس کتاب عزیز کے حقیقی مفہوم و معانی کی تبلیغ و دعوت میں سرفروشانہ اقدام کیا' اور دنیا

© rasailojaraid.com